جناب مسعود علی محوی

امرؤالقیس کندی

امرؤالقیس بن حجر بن الحرث عرب کے ان نامور شعرا اور سرداروں میں ہے جو بیسیوں افسانوں کا ہیرو اور سینکڑوں قصّوں کا موضوع ہے۔ اس کے آباو اجداد یمن کے قدیم بادشاہوں کی نسل سے تھے۔ اس کے دادا حرث نے اکثر قبائل کو یکجا کر کے حیرہ کے مقابلہ میں ایک زبردست حکومت قائم کر لی تھی جو شاہان حیرہ کے پہلو میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی۔ حیرہ کے بادشاہ منذر ثالث نے اس مصیبت کو دُور کرنا چاہا اور حرث پر حملہ کر دیا۔ حرث کو شکست ہوئی اور وہ چند روز آوارہ پھرنے کے بعد مر گیا۔ اس کی موت سے جو قبیلے یکجا ہو گئے تھے وہ پھر متفرق اور اس کے بیٹوں میں تقسیم ہو گئے۔

امرؤالقیس کے باپ حجر کے حصہ میں قبیلہ بنو اسد کی سرداری آئی مگر حجر اس کو سنبھال نہ سکا اور بنی اسد نے بغاوت کر کے اس کو مار ڈالا۔ حجر کی اولاد میں سب سے چھوٹا بیٹا امرؤالقیس تھا۔ چونکہ وہ بچپن سے عیاشی اور شعر و شاعری میں پڑ گیا تھا اور عربوں کے خیال میں شعر کہنا بادشاہوں اور شہزادوں کے لیے معیوب تھا، اس لیے حجر نے اس کو اپنے خاندان سے علیحدہ کر دیا تھا اور وہ مختلف قبائل کے آزاد منش نوجوانوں کے ساتھ سیر و شکار کرتا پھرتا تھا۔ جہاں کوئی چشمہ یا سبزہ زار نظر آتا وہیں اتر پڑتا۔ کھانے پینے اور گانے بجانے کے جلسے قائم ہو جاتے اور جب تک چشمہ میں پانی چراگاہ میں چارا اور گرد و نواح میں شکار باقی رہتا وہ وہاں سے جنبش نہ کرتا تھا۔ اسی آوارہ گردی اور آوارہ مزاجی نے اس کو "ملک الضلیل" (گمراہ اور آوارہ شہزادہ) کا خطاب دلوایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حجر مرنے لگا تو اس نے اپنے ہتھیار اور اپنا اثاثہ اور وصیت نامہ ایک شخص کے سپرد کیا اور یہ وصیت کی کہ وہ یہ سب چیزیں لے کر اس کے ہر ایک لڑکے کے پاس جائے اور اس کے مارے جانے کی خبر بیان کرے۔ جو لڑکا یہ خبر سُن کر روتے پیٹے نہیں اسی کو یہ

چیزیں سپرد کر دی جائیں شخص مذکور پہلے حجر کے بڑے بیٹے نافع کے پاس پہنچا۔ اس نے باپ کے مارے جانے کی خبر سن کر رونا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ دوسرے بیٹوں نے بھی ایسا ہی کیا اور آخر میں امرؤالقیس کی باری آئی جس وقت یہ شخص امرؤالقیس کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے ندیموں میں بیٹھا شراب پی رہا اور نرد کھیل رہا تھا۔ قاصد نے آتے ہی حجر کے مارے جانے کی خبر بیان کی تو امرؤالقیس نے اس کی طرف مطلق توجہ نہیں کی، بازی ختم کرنے کے بعد وہ اس شخص کی طرف پھرا اور اپنے باپ کے قتل کا مفصل حال سن کر یہ الفاظ کہے:

"ضیعنی صغیراً وحملنی دمه کبیراً۔ لا صحو الیوم ولا سکر غداً۔ الیوم خمر وغداً امرٌ۔"

(اس نے میری جوانی ضائع کر دی اور جب میں بوڑھا ہونے کو آیا تو میرے سر پہ اپنے خون کا بدلہ لینے کا بھاری بوجھ رکھ دیا۔ آج مستی اور کل ہوشیاری)

جو عربی زبان میں بطور مثل کے جاری ہو گئے۔ سات شبانہ روز برابر شراب پیتا رہا اور اس کے بعد قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے باپ کے قاتلوں سے بدلہ نہ لے گا نہ وہ گوشت کھائے گا نہ شراب پیے گا نہ کسی عورت کے پاس جائے گا اور نہ غسل کرے گا۔ اور اس مضمون پہ کئی نظمیں کہیں اور ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

ارقت ولم یارق طابی نافع　　　وهاج لی الشرق الهموم الروادع

(میں بے چینی سے جاگتا رہا مگر نافع میرے بھائی کی وہ حالت نہ تھی جو میری تھی۔ رکے اور دبے ہوئے غموں نے میرے جذبات کو ابھار دیا تھا)

دوسرے قصیدہ میں کہتا ہے:

خلیلیّ لا فی الیوم مصحیً لشارب　　　ولا فی غدٍ اذ ذاك ما كان یشرب

(اے میرے دوستو آج پینے والے کے لیے ہوشیاری کا موقع نہیں ہے اور کل اس کا موقع نہ ہوگا جو اس وقت پی جا رہی ہے)

تیسرے قصیدہ میں لکھتا ہے:

ارقت لبرق بلیل اهل　　　یضییٔ سناه باعلی الجبل

(میں رات میں بجلی کی وجہ سے جاگتا رہا جس کی روشنی پہاڑ کی چوٹی کو چمکا رہی تھی)

اتانی حدیث کذبته   بامر تزعزع منه لقلل

(مجھ کو ایک خبر ملی مگر میں نے اس کو باور نہیں کیا - وہ ایسے امر کے متعلق تھی جس سے پہاڑ کی چوٹیاں کانپ اٹھیں)

بقتل بنی اسد ربهم   الا کل شئ سودۃ جلیل

(وہ خبر اس کے متعلق تھی کہ بنی اسد نے اپنے مالک کو مار ڈالا ہے - اس خبر کے سامنے ہر چیز ہیچ ہے)

اس زمانہ میں اپنے آباؤ اجداد کے خون کا بدلہ لینا ہر عرب کا سب سے بڑا فرض تھا - بغیر اس فرض کے ادا کیے وہ سوسائٹی میں ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا - امرؤ القیس سا شخص کب اس ذلت کو برداشت کر سکتا تھا - کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عرب کے مختلف قبائل مثلاً بکر و تغلب وغیرہ میں مدتوں مدد کے لیے پھرتا رہا - بعض قبیلے اس کی مدد کے لیے آمادہ ہو گئے اور انھوں نے کچھ آدمی بھی دیے - ان کو لے کر امرؤ القیس بنی اسد پر حملہ کرنے کے لیے چلا - راستہ میں وہ تبالہ سے گزرا جہاں قدیم عربوں کا ایک مشہور بت ذوالخلصہ تھا - (خلصہ ایک قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے) - امرؤ القیس استخارہ کے لیے اس بت خانہ میں جو "کعبہ یمانیہ خثعم" بھی کہلاتا تھا داخل ہوا - وہاں استخارہ کے لیے تین قسم کے تیر رہتے تھے - آمر، ناہی، متربص - امرؤ القیس نے جو تیر کھینچا وہ ناہی نکلا - اس پر اس کو اطمینان نہ ہوا - پھر کھینچا پھر اسی قسم کا نکلا - تیسری مرتبہ کوشش کی - اس مرتبہ بھی ناہی تیر نکلا - یہ دیکھ کر امرؤ القیس بے خود ہو گیا اور اس نے تینوں تیر توڑ کر بت کے منہ پر مارے اور کہا کہ "اے مادر معطا! اگر تیرا باپ مارا گیا ہوتا تو تو مجھے اس طرح نہ روکتا" غرضکہ امرؤ القیس نے اسی جمعیت کے ساتھ بنی اسد پر حملہ کر دیا - لڑائی رات تک ہوتی رہی اور بنی اسد کے بہت سے آدمی مارے گئے - اور باقی راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے - امرؤ القیس چاہتا تھا کہ ان کا تعاقب کیا جائے مگر بنی بکر و تغلب نے، جو اس کے ساتھ بہت تکلیفیں اٹھا چکے تھے، کہا کہ تو خون کا بدلہ لے چکا اس سے زیادہ ہم تیری مدد نہیں کر سکتے - بنی بکر و تغلب کے اس جواب کے بعد وہ ایک عرصۂ دراز تک عرب کے مختلف قبائل کے سرداروں سے استمداد کرتا رہا - مگر جب دلخواہ اس کو کہیں سے مدد نہ مل سکی - اس زمانہ میں جن لوگوں نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا ان کی مدح اور جو بری طرح پیش

آتے ان کی ہجو کرتا رہا جس کو ہم بخوفِ طوالت درج نہیں کرسکتے - بالآخر اس کو ایک شخص عمرو بن جابر الفزاری نے یہ رائے دی کہ تجھ کو تیماء میں سموئیل کے پاس چلا جانا چاہیے۔ اس سے بہتر تیرے اہل و عیال اور تیرے مال و متاع کا محافظ کوئی دوسرا شخص نہیں مل سکتا - وہ صاحب حصن حصین اور بڑا فیاض اور مہمان نواز ہے۔ ربیع نامی ایک شخص میرا ملنے والا ہے وہ سموئیل کے پاس جا تا آتا رہتا ہے، اسی کے ذریعہ سے میں تجھ کو وہاں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ عمرو نے امرؤ القیس کو ربیع سے ملا دیا۔ ربیع نے امرؤ القیس سے کہا کہ سموئیل شعر کا دلدادہ ہے - اس کے لیے کوئی نظم لکھ کر لے چلنا چاہیے۔ امرؤ القیس نے کہا کہ تم شروع کرو میں بھی اسی ضمن میں کہنے لگوں گا - ربیع نے ایک طویل قصیدہ کہا :

قل للمنیہ ای حینٍ نلتقی　　　بفناء بیتک فی الحضیض المزلق

(موت سے پوچھ کہ ہم کس وقت ملیں گے - تیرے گھر کے صحن میں پھسلوان گڑھے (قبر) ہیں . . . .

(میں بنی مصاص میں فخر کرتا ہوا (اس لیے) آیا ہوں کہ میں (قلعہ) ابلق میں سموئیل سے ملوں)

لقد اتیت بنی المصاص مفاخراً　　　والی السموال زرته بالابلق

میں بنی المصاص میں سموال کے پاس خوش خوش آیا اور قلعہ ابلق میں اس سے ملاقات کی)

عرفت لہ الاقوام کل فضلہ　　　وحوی المکارم سابقاً لم یسبق

(لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے اور تمام برائیوں پہ حاوی ہو گیا ہے اس طرح کہ اس سے کوئی آگے بڑھنے والا نہیں - لوگ اس کی ساری خوبیاں پہچان چکے ہیں اس کی بخشش اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا) -

اس پہ کہا جاتا ہے کہ امرؤ القیس نے وہ قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے :

طرقتک ھند بعد طول تفرق　　　دھناً ولم تک قبل ذلک تطرق

مگر صاحب آغانی کی رائے ہے کہ یہ قصیدہ امرؤ القیس کا نہیں ہے کیونکہ اس میں صاف طور سے "تولید" (خامی) پائی جاتی ہے اور اس کے مسلّمہ کلام سے نہیں ملتا - اور نہ کسی ثقہ شخص نے اس کو امرؤ القیس کے دیوان میں داخل کیا ہے۔ بظاہر دارم بن سموئیل کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال سموئیل نے اس کو بہت عزت اور آبرو کے ساتھ رکھا اور پھر اس کو قیصرِ روم (جسٹینن) کے پاس بھیج دیا جو اس کی خواہش تھی - امرؤ القیس اپنا مال و متاع، اپنے چچازاد بھائی یزید بن حرث

اور اپنی بیٹی ہند کو سموئیل کی حفاظت میں چھوڑ گیا تھا۔

قیصرِ روم چاہتا تھا کہ قبیلہ کندہ کی قوت پھر اسی قدیم حالت پر آجائے تاکہ ایرانیوں کے بنائے ہوئے شاہانِ حیرہ کا مقابلہ کرتا رہے، اس لیے قیصر نے امرؤ القیس کی بہت خاطر داری کی اور چند روز مہمان رکھنے کے بعد اس کو کافی فوج کے ساتھ رخصت کیا۔ قیصر کے دربار میں قبیلہ بنی اسد کا ایک شخص طماع نامی بھی اسی زمانہ میں داخل ہو گیا اور اس نے دربار میں ایک جماعت کو امرؤ القیس کے خلاف کر دیا تھا۔ اس جماعت نے امرؤ القیس کی روانگی کے بعد قیصر کو یہ سمجھایا کہ یہ عرب ناقابلِ اعتبار قوم ہے۔ اس کا کیا اطمینان ہے کہ امرؤ القیس حکومت پر قائم ہو جانے کے بعد قیصر کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا۔ اس پر طماع نے اور نمک مرچ لگایا اور بیان کیا کہ امرؤ القیس ایک آوارہ اور عیاش شخص ہے اور لشکر کے ساتھ روانہ ہونے سے پہلے لوگوں میں کہتا پھرتا تھا کہ قیصر کی بیٹی سے اس کا تعلق ہو گیا ہے۔ اس بارہ میں اس نے اکثر اشعار بھی کہے ہیں جو عرب میں مشہور ہو کر قیصر کی سخت بدنامی کا باعث ہوں گے۔ طماع کا یہ جادو ایسا چلا کہ قیصر نے امرؤ القیس کو ختم کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور عام روایت یہ ہے کہ اس کے لیے ایک زرین لباس بھیجا جو زہر آلود تھا اور ایک نہایت لطف آمیز خط لکھا۔ امرؤ القیس کو یہ خط و خلعت انقرہ میں ملا۔ قیصر کی اس جدید مہربانی سے وہ بہت خوش ہوا اور اس نے وہ لباس نہایت اہتمام سے پہنا۔ اس کو پہن کر زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اس کے تمام بدن پر آبلے پڑ گئے اور وہی بالآخر اس کی موت کا باعث ہوئے۔ اسی بنا پر وہ ذی القروح کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ فرزدق ایک قصیدہ میں کہتا ہے:

وھب القصائد لی النوابغ اذ مضوا   ابو یزید و ذو القروح و جرول

(دونوں نابغہ اور مخبل العدی اور امرؤ القیس اور حطیئہ مرتے وقت قصائد میرے لیے میراث میں چھوڑ گئے ہیں)

امرؤ القیس اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا کہ ایک دن اس کی نظر ایک قبر پر پڑی جو کوہِ عسیب کے دامن میں واقع تھی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ ایک شہزادی کی قبر ہے جس کا اثنائے سفر میں اسی جگہ انتقال ہوا تھا۔ اس سے مخاطب ہو کر اس نے یہ اشعار کہے:

اجارتنا ان المزار قریب　　وانی مقیم ما اقام عسیب

(اے میری ہمسایہ! میرا اور تیرا مزار قریب ہے اور میں اس وقت تک ٹھہرا ہوا ہوں جب تک کوہ عسیب قائم ہے)

اجارتنا انا غریبان ھٰھنا　　وکل غریب للغریب نسیب

(اے میری ہمسایہ! ہم دونوں ہی غریب الوطن ہیں اور ہر غریب الوطن دوسرے غریب الوطن کا مونس اور ہمدرد ہوتا ہے)

یہ پیشینگوئی کچھ ایسے وقت میں کی گئی کہ بجنسہٖ پوری ہو کر رہی۔ امرؤ القیس کا انقرہ ہی میں انتقال ہوا اور اس نے اسی شہزادی کے پہلو میں جگہ پائی۔

امرؤ القیس زمانۂ جاہلیت کے فحول شعرا اور مسلّم فصحا میں شمار ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ امرؤ القیس کی بیٹی ہند جس کا وہ ذکر اپنے اشعار میں جابجا کرتا ہے ایک مجمع میں موجود تھی جس میں رسول کریمؐ نے ایک آیت تلاوت فرمائی۔ اس پر ہند نے کہا،

انقرأ تعنی قصیدۃ ابی " (کہ کیا آپ میرے باپ کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں)

آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ کیا کہتا ہے۔ ہند نے یہ شعر پڑھا:

یکرمون الضیف غباً بالعشی والغداۃ　－　فی جفانٍ کالجوابِ وقدورٍ راسیات

(ان کے یہاں ہر دوسرے دن مہمان آتے رہتے ہیں اور ان کو صبح و شام ایسے پیالوں میں کھانا کھلایا جاتا ہے جو تالابوں کے مانند ہیں اور دیگوں سے جو زمین میں گڑی ہوئی ہیں)

یہ روایت میں نے ایک شرح معلقات مطبوعہ سے نقل کی ہے۔ صاحب آغانی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ وہ اس حکایت کو جس میں حضرت رسالتمآبؐ نے امرؤ القیس کے متعلق اظہار رائے فرمایا، اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ابو عباد نامی ایک شخص بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں مدینہ کی مشہور مغنیہ جمیلہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دفعۃً عبداللہ بن جعفر تشریف لائے۔ جمیلہ نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ اٹھ کر ان کے ہاتھ اور پیر چومے اور صدر مجلس میں بٹھایا۔ ان کے مصاحب ان کے گرد بیٹھ گئے۔ جمیلہ نے دوسرے آدمیوں سے اشارہ کیا وہ مجلس سے اٹھ گئے مگر میں جمیلہ کے کہنے کے مطابق بیٹھا رہا۔ جمیلہ نے کھڑے ہو کر عبداللہ بن جعفر سے عرض کیا کہ اے میرے آقا! آج آپ کے قدم

اس لونڈی کے گھر کس طرح آئے - آپ نے فرمایا کہ مجھکو معلوم ہوا کہ تو نے قسم کھائی ہے کہ تو کسی کے گھر جاکر نہ گائے گی اور میں نے سنا ہے کہ تو امرؤ القیس کے دو دو شعر گاتی ہے جن کی بدولت خدا نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو موت کے منہ سے بچالیا تھا - میں اس کے سننے کا مشتاق ہوں جمیلہ نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہوں - میں آپ کے دولت خانہ پر چلتی ہوں - وہاں چل کر سناؤں گی اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گی - آپ نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں یہیں سناؤ - جمیلہ نے عود پر یہ دو شعر گاکر سنائے -

لما رأت ان الشريعة همها — وان البياض من فرائصها دامی

امت العين عند ضارج — يعفي عليها الظل عرمضها طامی

(جب وحشی گیوں کے گلے نے دیکھا کہ (تیر اندازوں کا) مقصود یہی گھاٹ ہے اور بھاگنے پیروں کی سفیدی خون آلود ہو جائے گی تو انھوں نے اس چشمہ کا قصد کیا جو مقام ضارج کے قریب ہے اور جس پر موتی کائی سایہ کیے ہوئے ہے)

مجلس بہت محظوظ ہوئی - انہی میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ان اشعار سے ایک جماعت کی جانبری کا کیا قصہ ہے - آپ نے فرمایا کہ یمن سے ایک جماعت بغرض زیارت رسول اللہ صلعم آرہی تھی بھول کر غلط راستہ پر پڑ گئی - اس میں شبانہ روز پانی نہیں ملا - وہ لوگ بالکل مرنے کے قریب تھے کہ ناگہاں ایک شتر سوار ان کے پاس آکر کھڑا ہوا - اس مجمع میں سے ایک شخص امرؤ القیس کے دونوں شعر پڑھ رہا تھا جو اوپر لکھے جاچکے ہیں - سوار نے پوچھا کہ یہ شعر کس کے ہیں - اس سے کہا گیا کہ امرؤ القیس کے - اس نے کہا واللہ اس نے غلط نہیں کہا اور ہاتھ سے اشارہ کرکے بتایا کہ تمھارے قریب ہی چشمہ ضارج ہے - یہ لوگ ناتوانی کی وجہ سے گھسٹتے ہوئے چشمہ پہ پہنچے اور اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ امرؤ القیس نے بیان کیا تھا - ان لوگوں نے سیراب ہوکر پانی پیا اور جب حضرت رسالت مآب صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے تمام قصہ اور وہ اشعار سنائے -

امرؤ القیس کے متعلق جو تذکرہ شروع ہوا اس کے ضمن میں حضرت رسالت مآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ: ذلك رجل مذكور في الدنيا شريف فيها منسي في الآخرة خامل فيها

یجییٔ یوم القیامۃ معہ لواء الشعر الی النار"

(یعنی وہ شخص دنیا میں ضرور معزز اور سردار تھا لیکن اس کا عقبیٰ میں کوئی حصّہ نہیں۔ قیامت کے دن اس پر اس کے متبعین شعرا کے ساتھ عذاب ہوگا)

امرؤ القیس کی عام زندگی اور اپنے مذموم افعال پر فخر اور یہ عام خیال کہ عورتوں کا نام لے کر وحشیانہ طریقہ سے تشبیب کے طریقہ کا بانی وہی ہے، اس ارشاد کی بنیاد سمجھا جا سکتا ہے دغفل نسابہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے شعر کی نسبت حضرت عمرؓ سے سوال کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ امرؤ القیس "سابقھم خسف لھم عین الشعر فافتقر من معان عور اصح بصر" یعنی امرؤ القیس پہلا شخص ہے جس نے شعر و سخن کا سرچشمہ جاری کر دیا اور دھندلے معانی کو چمکا دیا ۔ صاحب اغانی اس کا مفہوم یہ قرار دیتے ہیں کہ امرؤ القیس قبیلہ یمن سے تھا جس کی فصاحت اور بلاغت آل مضر کے مقابلہ میں کچھ نہ تھی ۔ مگر اس نے وہاں کی شاعری کو بھی تاریکی سے نکال کر روشن کر دیا ۔ حضرت علیؓ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی امرؤ القیس کو مقدم شعرا میں شمار فرماتے تھے۔ عقیل بن بلال کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ خلفائے بنو امیہ میں سے کسی شخص نے شعرا کے متعلق ان سے دریافت کیا انھوں نے کہا کہ اشعر الناس ابن العشرین (بیس برس والا یعنی طرفہ) امرؤ القیس کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیا:

اتخذ الخبیث الشعر نعلین ۔ (یعنی اس خبیث نے شعر کو جوتیاں بنا لیا تھا)

جس سے قائل کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شعر کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا ۔ اور اس پر پوری طرح حاوی ہو گیا تھا ۔ اس کی فحش گوئی سے قطع نظر کر کے اس کے کلام پر نظر ڈالی جائے تو یہ امر صاف طور سے نظر آتا ہے کہ اس کا تخیل اعلیٰ درجہ کا ہے اور جو کچھ اس کے خیال میں آتا ہے اس کو بڑی قوت اور قدرت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور یہی شاعری کی جان ہے ۔ اہل عرب متفقہ طور سے اس کو اگر سب سے بڑا نہیں تو ان دو تین شعرا میں ضرور شمار کرتے ہیں جو اُن کی شاعری کے سرتاج اور طرۂ افتخار ہیں ۔ اس کی بیوی اُم جندب نے البتہ اس کو ایک خاص نظم میں علقمۃ الفحل ابن عبدۃ سے گھٹا دیا ہے ۔ اگرچہ ام جندب کا شمار اہل الرائے میں نہیں ہو سکتا مگر یہ قصّہ دلچسپی سے خالی نہیں اس لیے ہم اس کو یہاں درج کرنا نامناسب نہیں سمجھتے

کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن علقمہ امرؤ القیس کے پاس آیا۔ شعر و سخن کا ذکر شروع ہوا۔ دونوں کو یہ دعویٰ تھا کہ وہ اپنے زمانہ کا بہترین شاعر ہے۔ تصفیہ یہ قرار پایا کہ اس بارہ میں اُمِّ جندب سے دریافت کیا جائے۔ وہ جس کے حق میں فیصلہ کردے وہی بہتر شاعر سمجھا جائے گا۔ جب یہ محاکمہ امِّ جندب کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کہا تم دونوں گھوڑے کی تعریف ایک سی بحر اور قوافی میں کہو، اس وقت میں فیصلہ کروں گی۔ چنانچہ دونوں نے نظمیں کہیں۔ علقمہ کا مطلع یہ ہے :

ذهبت من الهجران فی غیر مذهب — ولم یك حقا كل هذا التجنب

(اس نے فراق میں بے راہی اختیار کی۔ حالانکہ اس طرح کا فراق اس کو سزاوار نہ تھا)

گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے :

فولی علی آثارهن بحاصب — وغیبة شؤبوب من الشد ملهب

فادركهن ثانیاً من عنانه — یمر كمر الرائح المتحلب

(وہ گھوڑا شکار کے پیچھے تند و تیز ہوا اور ایک دم برس پڑنے والے ابر کی طرح مڑا جو رکنے سے اور بھڑکتا تھا۔ اور اس نے شکار کو جا لیا، باگ مڑتے ہی اس کی چال ایسی ہوگئی، جیسے رواں موج)

امرؤ القیس کہتا ہے :

خلیلی مرا بی علی ام جندب — لنقضی لبانات الفؤاد المعذب

(اے مرے دونوں دوستو! مجھے ام جندب کے پاس لے چلو تاکہ میں اپنے قلب مضطر کی آرزو پوری کرسکوں)

گھوڑے کی تعریف اس طرح کرتا ہے :

فللسوط الهوب وللساق درة — وللزجر منه وقع اهوج منعب

(کوڑا کھا کے وہ سرپٹ ہو جاتا ہے اور ایڑ سے تیز رفتار۔ اور للکارنے پر وہ چال چلنے لگتا ہے جو اچھے اور بن سنور کر چلنے والے کی ہوتی ہے)

یہ اشعار سن کر ام جندب نے علقمہ کو ترجیح دی۔ امرؤ القیس نے وجہ ترجیح پوچھی تو بولی کہ تو نے اپنے گھوڑے کو چلانے کے لیے کوڑے، ایڑ اور للکار سے کام لیا مگر علقمہ کا گھوڑا بغیر ان سب

چیزوں کے چلتا اور اپنا کام کرتا رہا۔ اُمِ جندب کا فیصلہ ایک مزاح سے زیادہ رتبہ نہیں رکھتا اس لیے اس کی نسبت کسی ریمارک کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس قصیدہ میں امرؤ القیس نے جس طرح گھوڑے کی تعریف کی ہے اور جو تشبیہیں دی ہیں وہ سب فطری اور مانوس ہیں برخلاف علقمہ کے، جس کی تشبیہیں عام طور سے خیالی اور غیر مانوس ہیں۔ اسی قصیدہ میں تشبیہ کے دو ایک ایسے شعر ہیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ ایک جگہ کہتا ہے:

الم تریانی کلما جئت طارقاً وجدت بها طیباً وان لم تطیب

(کیا تم نہیں جانتے کہ جب میں رات کو اس کے پاس آتا ہوں تو اس کو خوشبو سے مہکتا ہوا پاتا ہوں، حالانکہ وہ عطر وغیرہ کچھ لگائے ہوئے نہیں ہوتی)

امرؤ القیس کا دیوان موجود ہے اور بارہا شام و مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ فرانسیسی اور جرمن میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ یورپ کے عربی دان گروہ میں اس کا معلقہ بیحد وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ وہ اس کے طرزِ ادا کو دلفریب، اس کی تشبیہات کو دلنشیں، اس کی زبان کو شیریں، اس کے الفاظ کو رواں اور جو مختلف مناظر اس نے پیش کیے، ان کو دلچسپ اور جوانی کی جن امنگوں کا اس سے اظہار ہوتا ہے اس کو بے حد قابلِ تعریف سمجھتے ہیں۔ عربوں میں بھی اس کا معلقہ شہرت میں ضرب المثل ہو گیا ہے جس کسی کی نسبت یہ کہنا ہوتا ہے کہ وہ بے حد مشہور ہے اس کے متعلق کہتے ہیں: "اشهر من قفا نبك" جو اس کے قصیدہ کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ اس قصیدہ کے چند متفرق اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں:

قفا نبك من ذکری حبیب ومنزل بسقط اللوی بین الدخول فحومل

(اے میرے ساتھیو! ذرا ٹھہر جاؤ کہ ہم اپنے دوست اور اس کے فرودگاہ کی یاد میں جو دخول اور حومل کے درمیان ریت کے ٹیلے پر واقع ہے رولیں)

جو مناظر شاعر کے پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ ان سے کام لینا ایک فطری بات ہے۔

تری بعر الآرام فی عرصاتها وقیعانها کانه حبُّ فلفل

(اس کے صحن میں جو مینگنیاں وحشی ہرنوں کی بکھری ہوئی ہیں وہ تجھ کو ایسی نظر آئیں گی کہ گویا کالی مرچ کے دانے ہیں)

فظل العذاری یرتمین بلحمها　　وشحم کھداب الدمقس المفتل

(لڑکیاں اس کے گوشت اور چربی کو جو سفید بٹے ہوئے ریشم کی جھالر معلوم ہوتی تھی اچھالتی اور ایک دوسرے پر پھینکتی تھیں)

اہلِ ذوق سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چربی کو تشبیہ سفید ریشم کی جھالر سے دینا بہترین تشبیہ ہے اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سوائے بدوی عرب کے کسی دوسرے قوم کا خیال بھی اس پر جانا دشوار تھا۔

اذا ما الثریا فی السماء تعرضت　　تعرض اثناء الوشاح المفصل

(آسمان پر ثریا کے تارے اس طرح نمایاں تھے جس طرح گندھے ہوئے ہار کے موتی پوت کے بیچ میں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں)

صاحب آغانی کہتے ہیں کہ صالح بن حسان کی مجلس میں بعض اہلِ ادب جمع تھے۔ صالح نے کہا کہ ثریا کے وصف میں جو شعر سب سے اچھا ہو وہ سناؤ۔ ایک شخص نے زبیر اسدی کا یہ شعر پڑھا۔

وقد لاح فی الغور الثریا کانما　　بہ رایۃ بیضاء تخفق للطعن

(ثریا کے تارے لڑی میں اس طرح چمکے گویا کہ وہ ایک چمکدار نیزہ لیے ہوئے ہیں جو ضرب کے لیے تڑپ رہا ہے)

صالح نے کہا کہ یہ کچھ نہیں اس پر امرؤ القیس کا متذکرۂ بالا شعر پڑھا گیا وہ بھی پسند نہ ہوا۔ تیسرے شخص نے ابن الطثریہ کا یہ شعر پڑھا۔

اذا ما الثریا فی السماء کانھا　　جمان وھی من سلکہ فتوعا

(جس وقت ثریا کے تارے آسمان پر مثل ان چھوٹے چھوٹے موتیوں کے تھے جو اپنی لڑی سے ڈھلک کر پھیل گئے ہوں)

صالح نے کہا کہ میں اس سے بہتر شعر سننا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا اس سے بہتر اب ہمارے پاس کوئی شعر نہیں اس پر صالح نے ابی قیس بن الاسلت کا یہ شعر سنایا۔

وقد لاح فی الصبح الثریا لمن رای　　کعنقود ملاحیۃ حین نورا

(صبح کے وقت دیکھنے والے کی نظر میں ثریا کے تارے اس طرح چمکے جس طرح ملاحیہ کھجور کے درخت کا گچھا جب کہ وہ پھوٹتا ہے)

انگور کے خوشہ کی تشبیہ کسی شعر میں نہیں ہے جو بظاہر سب سے بہتر تشبیہ ہوسکتی تھی وجہ یہ ہے کہ

انگور بجز خاص خاص مقامات کے عرب میں عام طور سے نہیں پایا جاتا تھا۔

امرؤ القیس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ "ھو اشعر الناس اذا رکب" یعنی سواری کے بیان میں وہ شاعروں میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی قصیدہ میں وہ اپنی شہسواری اور اپنے گھوڑے کی تعریف میں جو کچھ کہتا ہے اس سے اس مقولہ کی ایک حد تک تصدیق ہوتی ہے۔

وقد اغتدی والطیر فی وکناتھا   بمنجرد قید الاوابد ھیکل

(اور میں اس وقت جب پرندے اپنے آشیانوں میں ہوتے ہیں، ایسے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا ہوں جو قد آور اور کم بالوں والا ہے اور جو وحشی جانوروں کو دوڑ کر پکڑ لیتا ہے)

اسی قصیدہ میں چوتھا سماں ابر و باراں کے طوفان کا ہے جس کے دو تین شعر بطور نمونہ کے پیش ہیں:

أصاح تری برقاً اریك ومیضه   کلمع الیدین فی حبی مکلل

(اے میرے دوست کیا تو اس بجلی کو دیکھ رہا ہے۔ میں تجھ کو ایسی بجلی دکھاتا ہوں جس کی چمک تہ بہ تہ اور تاجدار بادل میں ایسی نظر آتی ہے جیسی محبوبہ کے ہاتھوں کی حرکت)۔

کأنّ ثبیرا فی عرانین وبله   کبیر اناس فی بجادٍ مزمل

(کوہِ ثبیر جب اس پر بڑے بڑے بوندوں سے پانی برسنا شروع ہوا اور وہ پانی مختلف نالیوں سے بہنے لگا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی بڑا سردار دھاری دار چادر اوڑھے ہوئے کھڑا ہے)

مجموعۂ تفاسیر ابو مسلم اصفہانی

(سیّد نصیر شاہ و محمد رفیع)

مشہور معتزلی مفسّر ابو مسلم کے ان تفسیری اقوال کا مجموعہ جو امام رازی نے اپنی تفسیر میں مختلف مقامات پر نقل کیے تھے۔ جہاں ابو مسلم نے دوسرے مفسرین سے اختلاف کیا ہے وہاں مختصراً دوسرے مفسّرین کے اقوال بھی پیش کر دیے گئے ہیں۔   قیمت: ۳۰،۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور